بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برائے ایصال ثواب
مؤلف (مرحوم) حاجی محمد حنیف ولد حاجی قاسم موسیٰ
شاکریہ (واساوڈوالا)

عبدالمجید عبدالشکور عارنی

خلیفہ رفاعی

اکتوبر ۱۹۹۸ء

شائع کردہ

رفاعیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

بی ۱۲۸، حسین ڈیسلوا ٹاؤن نارتھ ناظم آباد، کراچی

فون : ۶۶۳۵۱۲۰ — ۶۶۳۴۱۹۱

ہدیہ : دس روپے

انتساب

اس ناچیز کیلئے یہ بڑے عزو شرف کا مقام ہے کہ اپنی اس خدمت کو خلوص دل سے پیر و مرشد واقفِ اسرارِ شریعت، ماہرِ رموزِ طریقت حضرت الحاج سید رضی الدین الرشید الرفاعی نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ عالی میں ہدیۂ پیش کرتا ہوں اور اس کتاب کو حضرت والا کے نام نامی اور اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں یہ میری عقیدت کے پھولوں کی مہکتی ہوئی خوشبو کا نذرانہ ہے۔

احقر

عبدالمجید عبدالشکور عارفی

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

توئی اسرار جانم یا حبیبی
توئی روحِ روانم یا حبیبی

لقائے تو جوابِ ہر سوال
نہانی در عیانم یا حبیبی

توئی مطلوب و مقصودِ دو عالم
توئی وردِ زبانم یا حبیبی

نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
یکے از کشتگانم یا حبیبی

ہدیۂ تشکر

حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی رفاعی سلسلہ کے بانی ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ آپ کے فیوض روحانی سے بر اعظم یورپ، افریقہ اور بر اعظم ایشیا فیض یاب اور منور ہیں۔

آپ رض کی ذات بابرکات روحانیت کا ایک ایسا سمندر ہے جس سے ان گنت مریدوں، معتقدین اور عقیدت مندوں نے اپنی پیاس بجھائی۔ آپ رض کی سوانح عمری اور آپ کی تعلیمات پر بہت سی کتابیں عربی اور فارسی زبان میں موجود ہیں۔ لیکن برصغیر ہند و پاک میں اس کی طرف بہت زیادہ غفلت برتی گئی ہے۔ اس کتاب کا مقصد قارئین کو حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رض کی تعلیمات، تصنیفات و کرامات سے روشناس کرانا ہے۔ اس ناچیز نے اپنی کم علمی کے باوجود پوری جانفشانی سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ حالانکہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا ممکن نہیں۔ آپ کے حالات زندگی پر دیوان بھی بھر دیئے جائیں تب بھی کم ہیں۔ پھر بھی امید کی جا سکتی ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو حضرت رفاعی رض سے متعلق بنیادی معلومات میسر ہو سکیں گی اگر صحیح ہے تو تائید خداوندی ہے اور اگر غلطی ہے تو میری تقصیر ہے۔

اگرچند حضرات بھی اس کتاب کو پڑھ کر اس کے حقیقی، دینی و دنیاوی فوائد حاصل کر سکیں اور اعمال حسنہ کے کاربند ہو جائیں تو یہی اس کی کامیابی کی دلیل ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ پیر و مرشد حضرت الحاج سید رضی الدین الرشید الرفاعی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ طویل صحبت اور آپ کی رہنمائی نے مجھے اس قابل بنایا کہ آج میں اس موضوع پر قلم اٹھا سکوں۔ یقیناً پیر طریقت حضرت سید وزیر علی عرفان اللہ الغالب الرشید الرفاعی مدظلہٗ عالی اور حضرت سید بدر الدین محبت اسرار اللہ الرفاعی مدظلہٗ عالی نے میری حوصلہ افزائی کی ورنہ یہ ناچیز کس قابل۔

اس کتاب کی تیاری میں اس ناچیز نے مندرجہ ذیل کتب و رسائل سے مدد لی ہے۔

۱۔ حکم رفاعیہ ۲۔ شانِ رفاعی

۳۔ مجلہ رفاعیہ اوّل ۴۔ مجلہ رفاعیہ دوم

۵۔ اوراقِ عمرانی

اس کتاب کی تیاری میں طیب قاسم الرشید عمرانی، خلیفہ الرفاعی نے میری کافی رہنمائی فرمائی اور مجھے کافی مواد مہیا کیا اس لئے میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام حلقہ احباب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب دوست و احباب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

الحقر: عبدالمجید عبدالشکور عارفی

خلیفہ رفاعی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضور رسولِ مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ پُرنور کو بوسہ دینے والے جدِّ امجد سید الاولیاء والعارفین حضرت الشیخ السید احمد الکبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ قدس سرہٗ کا نام نامی اسم گرامی سرزمین ہند و پاک میں ویسے تو بہت شہرت رکھتا ہے۔ اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حضرت سیدی رفاعی قدس سرہٗ سے عقیدت و احترام بھی رکھتی ہے مگر آپ سیدی احمد رفاعی قدس سرہٗ کے صحیح حالات عظمت اور اوصافِ حمیدہ سے ناواقف ہیں . . . . . جبکہ دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ نے سیدی احمد رفاعی قدس سرہٗ کے رموز و اسرار اور معارف کے مقام شش جہت تک محدود نہیں رکھے، جو کہ عقلی تنگ و تاز کا میدان ہے۔ بلکہ بالائے شش جہت جو عالم غیب کی جہت ہے اور جو عشق کا مقام ہے۔ یہ ایسا مقام ہے کہ جہاں زبانیں گنگ، عقل متحیر، فہم و ذکا معطل ہو جاتے ہیں۔ ان ہی مقاماتِ اعلیٰ پر ربِّ عظیم نے آپ کو فائز کیا۔ اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ میں حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ قدس سرہٗ کا مقام سب سے منفرد اور نرالا نظر آتا ہے۔ کہ یہ امتیازی شان و شوکت کہیں اور نظر نہیں آتی۔ سیدی احمد رفاعی قدس سرہٗ کی ذاتِ بابرکات، ہر مدح و توصیف، تقریظ و تائید سے مستغنی و بالاتر ہے، کہ قلم لکھنے سے قاصر امتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جن اولیاء کرام و

برگزیدہ ہستیوں کو جو لقائے دوام حاصل ہوا اور جن کی شہرت اپنے زمانے کی حدود سے نکل کر دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچی ان میں حضرت سیدی احمد الرفاعی کی ذاتِ گرامی نمایاں نظر آتی ہے۔ کہ آپ کی شہرت ، مقبولیت دنیا کی چہار جانب پھیلی ہوئی ہے۔ برصغیر ہند و پاک وخصوصاً بلادِ عربیہ میں سلسلۂ رفاعیہ کو بہت زیادہ مقبولیت ومحبوبیت احترام وعزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسی شہرت ومقبولیت بہت کم بزرگوں کو حاصل ہوئی۔

خوشی ہے کہ عبدالمجید عارِبی صاحب خلیفۂ رفاعی ، حضرت سیدالاولیاء والعارفین پر ایک مختصر کتاب پیش کر رہے ہیں۔

جناب عبدالمجید عارِبی صاحب ، خلیفۂ رفاعی ایک نہایت ، باصلاحیت ، بااخلاق اور پُر اعتماد شخص ہیں۔ خاندانِ رفاعیہ سے ان کی وابستگی تقریباً (۲۵) پچیس سال سے قائم ہے۔ عارِبی صاحب سیدی احمد الرفاعی قدس سرہٗ سے والہانہ عقیدت وخلوص رکھتے ہیں۔ اور دن بدن ان کی عقیدت وخلوص کا جذبہ ترقی کرتا جا رہا ہے۔ خاندانِ رفاعیہ کی خدمت کیلئے ہمہ وقت مستعد نظر آتے ہیں۔ جنت مکانی والدِ بزرگوار پیرِ طریقت حضرت السید رضی الدین الرفاعیؒ سے بھی عارِبی صاحب کو بہت عقیدت رہی ہے۔ اور اکثر نشست وصحبت رہتی تھی ۷۴-۱۹۷۲ء میں والدِ بزرگوار نے رفاعیہ ٹرسٹ قائم کیا تو اس کے کچھ عرصہ بعد ہی عارِبی صاحب رفاعیہ ٹرسٹ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے اور تب سے اب تک رفاعیہ ٹرسٹ کے ذریعہ انسانیت کی بھرپور انداز میں خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ جو

لائقِ تحسین ہے۔ بہر حال حضرت سیدی احمد رفاعی قدس سرہٗ کی حیاتِ جاویداں کے متعلق "انوارِ رفاعی" کے عنوان سے یہ مختصر کتاب بہت کاوش اور چھان بین کے بعد رفاعیہ ٹرسٹ کے توسط سے پبلش کر رہے ہیں۔ تاکہ مختصر سا تعارف حضرت سیدی احمد رفاعی قدس سرہٗ کا حاصل ہو جائے اور قاری مستفیض ہوں، عاربی صاحب کی اس کوشش کو میں تہہ دل سے سراہتا ہوں اور مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ ربِ کائنات ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور سایۂ حضرت احمد الرفاعی قائم رہے۔

آمین

والسلام

سید وزیر علی الرفاعی

تقدمہ

دنیا کی مسرتوں پر خزاں چھا گئی تھی اس کا چہرہ مرجھا گیا تھا، اس کا حسن و جمال گہنا گیا تھا۔ اولادِ آدم نے جو عہد و پیمان بذریعہ رسالت و نبوت کئے تھے وہ سرکشی و غرور کی آندھیوں کی زد میں آچکے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدا کی رحمت و نعمت کا راستہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ایسی گھٹا ٹوپ اندھیری چھائی تھی کہ اس کا راستہ ڈھونڈنے والے حیران و ششدر تھے محرومی و پریشانی کے اس دور میں عبد و معبود کا رشتہ خستہ و شکستہ ہو گیا تھا۔

تلاشِ حق کے راستے نگاہوں سے اوجھل تھے، بڑھنے والے قدم بوجھل تھے، کوئی آنکھ اشکبار نہ تھی اور کوئی دل بے قرار نہ تھا، روحیں مضطرب تھیں، رب کے بندے اس سے غافل تھے، ضمیر خفتہ تھے۔ حسن فطرت حجاب میں تھا۔ سرکشی کا سیلاب تند و تیز تھا جس میں نشانِ حق ڈوب رہے تھے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ.

خشکی و تری میں انسان کے عصیان و سرکشی سے فتنہ و فساد پھیل گیا تھا۔

لیکن ابھی خالق اپنے بندوں سے مایوس نہ تھا۔ دنیا گر کے پھر

اٹھی۔ انسانیت مر کے پھر زندہ ہوئی۔ اس طرح پھر ایک انقلاب نے کروٹ بدلی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا سورج پھر اپنی سابقہ آب و تاب سے طلوع ہوا یہ تبلیغی تحریک ایک جانب حکومت و سلطنت اور دوسری جانب طریقت و روحانیت کے روپ میں نمودار ہوئی، مگر حکومت و سلطنت تبلیغ کے لئے ہمیشہ علماء و فقہاء کی محتاج رہی مگر صالحین و اتقیاء کی حکومتیں کبھی محتاج رہیں یہ کسی کے محتاج و مرہونِ منت نہ رہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ دراصل انہیں خرقہ پوش فقیروں اور درویشوں نے فرمائی۔ حکومت و سلطنت نے اپنے جاہ و حشم اور سپاہ و خدم سے نمازیں پڑھوائیں۔ شراب نوشی پر پابندی لگوائی، چوری و ڈاکے کا قلع قمع کیا مگر وہ کون سے پیکرِ خلوص و محبت اور کوہِ علم و عمل تھے۔ جنہوں نے سجدوں میں ذوق، نشہ شراب و شباب کی جگہ بادۂ توحید کی مستی و بے خودی اور چور و ڈاکوؤں کو قطب و ابدال بنایا اور اگر اسے دو لفظوں میں کہا جائے تو یوں کہ اگر جسم حکومت نے سنوارا تو روح صالحین نے پھونکی۔

انہیں صورِ اسرافیل پھونکنے والوں میں واقفِ اسرارِ شریعت، ماہرِ طریقت، عامل گنجینۂ معرفت غواص بحرِ لطافت، سلطان العارفین، برہان الواصلین حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی سرِ فہرست ہے۔

آپ کا دور ۵۱۲ھ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عہد تاریخ اسلام کے اہم ترین اور نازک ترین واقعات سے عبارت ہے۔ سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش اس زمانہ میں پورے عروج پر تھی

سلاطین عباسی حکومت پر اپنا اقتدار و تسلط قائم رکھنے کے لئے دل و جان سے کوشاں تھے ۔ کبھی خلیفہ کی رضامندی کے ساتھ اور کبھی اس کی مخالفت و ناراضی کے باوجود کبھی کبھی خلیفہ و سلطان کے لشکروں میں معرکہ آرائیاں بھی ہوتیں ۔ اور مسلمان ایک دوسرے کا بے دریغ خون بہاتے ۔ اسی خون آشامی کا تذکرہ مؤرخ ابن کثیر نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

"سلطان کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی ۔ خلیفہ قید کر لیا گیا ۔ اہلِ بغداد کی املاک کو لوٹ لیا گیا اور یہ خبر دوسرے تمام صوبوں میں پھیل گئی ۔ بغداد اس المناک خبر سے بہت متاثر ہوا اور وہاں کے باشندوں میں ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ایک زلزلہ سا آگیا ، عوام نے مسجد کے منبروں تک کو شہید کر دیا ، اور نماز باجماعت میں شریک ہونا ترک کر دیا ، خواتین سر برہنہ نوحہ کرتی ہوئیں باہر نکل آئیں ۔ اور خلیفہ کی قید اور اس کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا ماتم کرنے لگیں اس طرح دوسرے علاقے بھی بغداد ہی کے نقشِ قدم پر چل نکلے اور اس کے بعد یہ فتنہ اتنا بڑھا کہ کم و بیش تمام علاقے اس سے متاثر ہو گئے ۔"

حضرت شیخ رفاعی نے ایسے بدترین سیاسی و معاشرتی ماحول میں آنکھیں کھولیں مسلمانوں کے باہمی افتراق و خانہ جنگی اور دشمنیوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ دنیا کی محبت کی خاطر اور ملک و حکومت اور جاہ و منصب کے حصول کے لئے لوگ سب کچھ

کر گذرنے پر آمادہ ہیں۔ انہیں صرف درباری شان و شوکت سے دلچسپی ہے۔ ان کی نگاہوں میں صرف اہل حکومت و سلطنت ہی عزت و وقار کی پہچان ہیں۔

حضرت شیخ رفاعیؒ نے اپنے شعور و احساس، سوز دروں، ہمت و طاقت اور اخلاص کے ساتھ رشد و ہدایت، دعوت و تبلیغ، اصلاح نفوس اور تزکیۂ قلوب کا اہتمام فرمایا۔ تحفۃ الاولیاء، شفاء الاسقام، تریاق المحبین، نفحات الانس، خزینۃ الاصفیاء اور عجائب واسطہ جیسی معتبر کتابیں ان کے تذکار عالیہ سے لبریز ہیں۔ چنانچہ آپ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے لوٹ کر اُم عبیدہ جو کہ بصرہ سے قریب ہے سکونت پذیر ہوئے تو اس وقت آپ کے ایک لاکھ اسّی ہزار خلفاء سلسلہ عالیہ رفاعیہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے۔ اسی طرح عراق کا کوئی الساخطہ و کوچہ نہ تھا جہاں آپ کے خلفاء دعوت و ارشاد میں مصروف نہ ہوں۔ آپ کا سینہ علوم ظاہریہ و باطنیہ کا گنجینہ تھا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات ایک محتاط اندازے کے مطابق (٦٦٢) چھ سو باسٹھ کتب پر مشتمل ہیں۔ جن میں سے اکثر نایاب و کمیاب ہیں۔ دور حاضر میں معانی بسم اللہ الرحمن الرحیم، تفسیر سورۃ القدر، علم النقد والروایات، حدیث الطریق الی اللہ وحالتہ، اہل الحقیقۃ مع اللہ، بہجۃ الشرع، فقہ الشافعیؒ۔ حِکَم، احزاب، البرہان المؤید، ربیع العاشقین تریاق المحبین، روضۃ الناظرین، مجالس الاحمدیہ، کتاب الحکم، آثار النافعہ اور الحکم الساطعہ وغیرہ عشق و محبت کے وہ خزینے ہیں۔

جن کے ذریعے مایوس دلوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ یہ وہ تلوار و برچھیاں ہیں جن کی کسک دل میں تو محسوس ہوئی لیکن رستا ہوا زخم نہ بن سکیں۔

شنیدہ کہ ز آتش نہ سوخت ابراہیم!
ببیں کہ بے شرر و شعلہ می توانم سوخت

یہ ایک فقیر و درویش کی خانقاہ ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ یہ فقیر بھی ہے سلطان بھی۔ ان کی مٹھی میں مسلمانوں کے دل ہیں۔ ان کی ابرو عاشقوں کی سجدہ گاہ ہے۔ ان کی چال پر سو قیامتیں قربان اور ان کی قامت پر ہزاروں سرو شمشاد نثار۔ بولیں تو مردے جی اٹھیں اور ہنس دیں تو خندۂ ابر شرما جائے۔ امام سبط جوزی (محدث ابن جوزی کے پوتے) اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے حضرت شیخ رفاعیؒ کے مرتبۂ عالیہ و درجاتِ رفیعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

"شعبان المعظم کی پندرہویں رات کو میں سلسلۂ عالیہ رفاعیہ کے بانی حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کی خانقاہ میں حاضر تھا۔ ایک لاکھ مریدین کا مجمع تھا۔ جب میں نے اس مجمع کثیر کو دیکھا تو میرے اس حیرت و استعجاب کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میرا حشر ہامان جیسا ہو اگر لمحہ بھر کے لئے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ میں ان لوگوں کا پیشوا ہوں۔"

سبحان اللہ۔ دراصل یہی تعلیمات ان بزرگوں کی زندگی کا ماحصل و خلاصہ تھیں کہ تم خالق کے ہو جاؤ تو اپنی تمام خلقت کو تمہارا مطیع و فرمانبردار بنا دوں گا۔ ایک مرتبہ آپ نے حلقۂ رفاعیہ میں ارشاد فرمایا کہ

"ان ساری راہوں پر میں چلا ہوں جو خدا تک پہنچاتی ہیں مگر سب سے آسان اور مناسب ترین راہ مجھے فقر و محتاجی و نیازمندی و شکستگی میں نظر آئی۔"

اسی مجلس میں ایک سائل نے پوچھا کہ

"اس نیازمندی و شکستگی کے حصول کا طریقہ کیا ہے؟"

فرمایا کہ

"اسی کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں خدا کے حکم کا احترام کرو خدا کی مخلوقات کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آؤ اور سنت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرو۔"

(نفحات الانس، مولینا عبدالرحمٰن جامیؒ ص ۳۴۹، مطبوعہ حیدری پریس کراچی) میں مولینا جامیؒ فرماتے ہیں کہ

"ایک دن آپ کے دو مرید صحرانشین تھے ایک مرید نے دوسرے سے دریافت کیا کہ تمہیں حضرت کی خدمت عالیہ میں رہتے ہوئے کیا فیض پہنچا اس نے کہا کہ تو جو چاہتا ہے وہ طلب کر اس دربار سے کوئی مایوس نہیں لوٹتا۔ اس مرید نے کہا سیدی میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت دوزخ سے نجات کا پروانہ عطا ہو جائے۔ جواباً دوسرے دوست نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کرم اس سے زیادہ اور اس کا فضل بے حد و بے حساب ہے۔ ابھی ان دونوں میں یہ مکالمہ جاری تھا کہ اچانک آسمان سے ان کے سامنے ایک سفید ورق آگیا۔ اٹھایا گیا تو ورق سادہ تھا دونوں اس وقت حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعیؒ کی خدمت

میں حاضر ہو گئے اور اس واقعہ کا کوئی تذکرہ نہ کیا اور وہ سفید ورق آپ کے دست اقدس پر رکھ دیا۔ جب شیخ رفاعیؒ نے اس ورق سادہ کو ملاحظہ فرمایا تو سر بسجدہ ہو ہو گئے اور یہ فرماتے ہوئے سر کو سجدے سے اٹھایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرَانِیْ عَتِیْقَ اَصْحَابِیْ مِنَ النَّارِ فِی الدُّنْیَا قَبْلَ الْاٰخِرَۃِ

اس رب حقیقی کی حمد کرتا ہوں جس نے میرے مرید کو دنیا میں جہنم سے آزادی کی بشارت عطا فرما دی۔

انہوں نے دہلیز ادب کو چوم کر التماس کی کہ شیخ یہ ورق تو سادہ ہے۔ فرمایا کہ قدرت کی تحریر خط نوری میں ہوتی ہے۔ سیاہی سے نہیں۔

آں راز کہ در سینہ نہاں است نہ وعظ است
بر دار تواں گفت بہ منبر نہ تواں گفت

راقم السطور نے زیر نظر تحریر کو جو میرے دیرینہ و مخلص دوست محترم جناب عبدالمجید عارفی صاحب کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں کو دیکھ کر علم و فہم کے متلاشی اور بزرگان سلف کے حالات زندگی سے واقفیت حاصل کرنے والوں کے لئے انہوں نے بڑی عرق ریزی و تحقیق و تدقیق سے مرتب فرمائی ہے۔ ابتدا سے آخر تک دیکھ کر یہ قلم برداشتہ ابتدائیہ تحریر کر دیا اور مزید استفادہ کیلئے ملتجی و ملتمس ہوں۔ کہ پورے خلوص قلب اور دقت نظر سے اس کاوش کو وقف نظر کیا جائے۔

تاکہ حضرت الشیخ سید احمد کبیر رفاعیؒ کی تعلیمات و سوانح کا صحیح طور پر ادراک و معرفت حاصل ہو۔

آخر میں کتمانِ حق ہوگا اگر میں دورِ حاضر کے درویش منش صوفی صافی وزیر ولایت حضرت قبلہ السید وزیر علی رفاعی مدظلہ العالی اور بدرِ طریقت حضرت السید بدرالدین رفاعی دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے والد قطبِ دوراں حضرت قبلہ السید رضی الدین رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کی شفقتوں اور محبتوں نے مجھے اس قابل فرمایا کہ حضرت شیخ السید احمد کبیر رفاعیؒ پر قلم اٹھا سکوں۔ اور علمی و تحقیقی تحریر کے تعارف کی عزت حاصل کر کے تربیت دل و دماغ اور تعمیر وجدان و حیات کا سامان فراہم کروں۔

بلھاری داہی دودھ کی جا ہیں نکرے گھی
آدھی ساکھی کبیر کی۔ چار بید کا جیو۔

(میں اس دودھ کے قربان جس میں سے گھی نکلتا ہے۔ کبیر کی آدھی ساکھی میں چاروں وید کی جان موجود ہے۔)

محمد اصغر درس
خلیفۃ الرفاعی

تمہید

تمام تعریف اللہ رب العزت کے لئے ہے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جس نے انسان کو احسن تقویم کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس کی رہنمائی اور شرِ شیطان سے اس کو بچانے کے لئے اور دین اسلام کی سر بلندی کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱,۲۴,۰۰۰) انبیاء کرام اس دنیائے فانی میں بھیجے۔ دنیا کا کوئی ایسا گوشہ یا لوگوں کا کوئی گروہ ایسا نہ تھا جہاں پر اللہ کی وحدانیت کا پیغام پہنچانے والا کوئی نہ پہنچا ہو۔ ازل سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک انبیاء کرام کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ انسانیت کو وحدانیت کا درس ملتا رہا۔ حق اور باطل میں فرق سے آگاہی ہوتی رہی اور صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین بھی ہوتی رہی۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا آخری نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم المرتبت کا لقب عنایت ہوا اور سلسلہ وحی پر مہر ختمیت ثبت کر دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔

ترجمہ: اب قیامت تک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اب چونکہ نبی آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ لہذا انسانوں کو شرِ شیطان اور نفسِ امارہ کے شر و فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے اور

ان کی تربیت اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے نیک اور پرہیزگار انسانوں کو پیدا فرمایا۔

یہ لوگ اپنے حسنِ اخلاق، تقویٰ، طہارت، پرہیزگاری، شرافت زہد، گریہ و زاری، حُبِ اللہ اور حُبِ رسول سے سرشار اور عجز و انکساری سے لوگوں کے دل جیت لیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کا سبق دیتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد علماء دین، مشائخ عظام، صوفیاء کرام اور بالخصوص اولیاء اللہ نے اسلام کی تبلیغ کو جاری اور ساری رکھا۔ ان بزرگوں کے عمل و کردار، اخلاق و انکساری، عاجزی، خلوص و محبت سے لوگ متاثر ہو کر اسلام کے قلعے میں جوق در جوق داخل ہوتے اور اسلام دنیا کے ہر خطے میں پھیل گیا۔ آج مسلمان عالم عرب سے لے کر برصغیر پاک و ہند تک اور یورپ میں، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا

اور چین جیسے ملک تک میں پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص چین، امریکہ، اور یورپ میں اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہ سب اولیاً کرام اور صوفیائے کرام کی تبلیغ کا نتیجہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمرانوں نے فتوحات کے ذریعے بہت سی اسلامی سلطنتیں قائم کیں۔ لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے ہسپانیہ میں بنوامیہ نے چھ سو سال حکومت کی لیکن آج وہاں اسلام کے صرف آثار ہی رہ گئے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہسپانیہ میں غالباً صوفیائے کرام کی کمی رہی ہے اور تسلسل سے تبلیغ اسلام کو جاری نہ رکھا جا سکا۔ جس کی وجہ ایمانی حرارت اور قوت کمزور پڑتی گئی اور اس خطے میں اسلامی اقدار پروان نہ چڑھ سکا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانشینوں کی کوششوں سے توہم پرستی، جہالت اور غربت کے ہزاروں سال کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اور انسانی عظمت کا ہمہ گیر عدل، امن اور سلامتی علم و ترقی اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔ لیکن پانچویں صدی ہجری میں عالم اسلام فرقہ وارانہ فسادات، نسلی و لسانی تصادم اور انتشار کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ اسلامی اقتدار کا شیرازہ بکھر رہا تھا اور اسلام پر ہر طرف سے یلغار ہو رہی تھی۔ خصوصاً خلافت بغداد نہایت کمزور پڑ گئی تھی۔ اس لئے پروردگار عالم نے ۵۱۲ھ میں حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے اس دنیائے فانی میں بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں ان گنت انداز میں نصیحت اور رہنمائی کی ایک دنیا بھر دی۔ ان کا زہد و تقویٰ، پرہیزگاری، اتباع رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال کی انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس عظیم و بابرکت ہستی نے خالق کائنات وحدہ لاشریک پر کامل ایمان قرآن کریم پر عمل سے بدعت کو مٹانے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی اور اس کارِ عظیم کو اپنا نصب العین سمجھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنے درس و تدریس اور روحانیت سے ان تمام شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کیا جس سے صلیبی شورشیں ماند پڑ گئیں اور اسلام کے گل ہوتے ہوئے چراغ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اس طرح اسلام کو دوبارہ سربلندی حاصل ہوئی۔

خاندانِ عالیہ رفاعیہ

سلسلہ خاندان عالیہ رفاعیہ کے بانی سر کردہ اور مورثِ اعلیٰ حضرت سلطان العارفین زبدۃ الاولیاء، واصل الی اللہ، واقف اسرار شریعت، ماہر رموزِ طریقت ابوالعباس، ابوالعالمین، سیدنا وشیخنا سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نام نامی اور اسم گرامی آپ کا احمد تھا۔ کنیت آپ کی ابوالعباس اور ابوالعالمین بھی مشہور ہے اور محی الدین لقب جدّ امجد آپ کے سید حسن اصغر رفاعۃ الہاشمی المکی جو کہ یہ لقب رفاعہ کے مشہور تھے۔ اس نسبت سے آپ رفاعی مشہور ہوئے۔ آپ حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے پابند تھے۔ آپ نسباً شہید کربلا، سید الشہداء حضرت امام حسینؓ اور حضرت موسیٰ کاظمؓ کی اولاد ہیں۔ اسی وجہ سے الحسینی الموسوی کہلائے۔

شجرۂ نسب

چونکہ آپ کا سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ سے ملتا ہے اس طرح سیّد احمد کبیر ولد سیّد نورالدین ابوالحسن علی الہاشمی المکی بن سیّد یحییٰ ابن سیّد ثابت بن سید حازم بن سیّد ابی المکارم الحسن المعروف رفاعۃ الہاشمی المکیؔ مقیم الشبلی بن سیّد مہدی بن سید محمد ابی القاسم بن سید حسن بن سیّد حسین ابن سید موسیٰ الثانی بن الامام

سید ابراہیم المرتضیٰ ابن امام موسیٰ الکاظم رضی ابن الامام جعفر رضی صادق ابن امام سید محمد باقر رضی ابن الامام زین العابدین رضی ابن الامام امیر المومنین سید الشہداء امام حسین رضی شہید کربلا ابن اسد اللہ غالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی عنہم اجمعین

شجرۂ طریقت

السید احمد کبیر الرفاعی عن الشیخ علاء الدین علی القاری الواسطی عن الشیخ ابن الفضل محمد بن کامخ عن الشیخ ابن علی المعروف بالعلام بن ترکان عن الشیخ علی ابن البازیاری عن الشیخ معلی العجمی عن الشیخ ابن علی بکر الشبلی عن سید الطائفہ جنید بن محمد البغدادی عن الشیخ السقطی عن الشیخ معروف الکرخی عن الشیخ داؤد الطائی عن الشیخ حبیب العجمی عن الشیخ ابن سعید سیدنا الحسن البصری عن امیر المومنین امام المشارق و المغارب سیدنا علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ وعلیہم اجمعین

آپ کی ولادت باسعادت مقام حسن میں بروز جمعرات بتاریخ یکم رجب ۵۱۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۱۱۸ء میں ہوئی۔ اس وقت عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کی حکومت تھی یہ جگہ قصبہ ام عبیدہ کے قریب واسط اور بصرہ کے درمیان واقع تھی۔ واسط ایک مشہور شہر ہے۔ جسے حجاج بن یوسف نے ۸۳ھ میں دریائے دجلہ کے کنارے آباد کیا تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت کے چالیس (۴۰) دن پہلے حضور پرنور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید احمد کبیر الرفاعی رضی کے ماموں حضرت شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت عطا فرمائی۔ شیخ منصور نے

عالم رؤیا میں دیکھا کہ سرورِ کائنات ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ " اے منصور تیرے لئے خوشخبری ہے۔ حق تعالیٰ تیری بہن کو آج سے چالیس روز بعد ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ اس کا نام احمد رکھنا جس طرح میں سردار الانبیاء ہوں۔ وہ سردار الاولیاء ہوگا "۔

" جب وہ ہوشیار ہو جائے تو تعلیم کے لئے شیخ علی القاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا "

حضرت منصور بطائحی فرماتے ہیں کہ خواب سے بیدار ہو کر میں نے سب کو یہ خوش خبری سنائی۔ اس کے بعد میں اپنی بہن کے مکان پر گیا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ میری بہن کسی سے باتیں کر رہی ہے۔ میں دروازے پر ہی رک گیا اور کان لگا کر سننے لگا تو کسی بچے کی ہلکی سی آواز سنائی دی " السلام علیکم یا امی "۔ اور میری بہن نے جواب دیا " وعلیکم السلام اور کہا آپ کون ہیں اور یہ آواز میرے کانوں میں کہاں سے آرہی ہے "۔

فرمایا، آپ کے بطن سے آپ کا بیٹا آپ سے مخاطب ہے۔ میری بہن نے عرض کیا۔ اے بیٹے میں تجھے کس نام سے پکاروں۔

فرمایا " احمد بن علی حسن ابی "، میری بہن نے عرض کی۔ مجھے کچھ نصیحت کریں۔ رحم مادر سے جواب آیا " اے میری عزیز ماں "، سنیئے نوارکان کی ہمیشہ پابندی کرنا۔

۱ ۔ ہمیشہ طہارت اور باوضو رہنا۔

۲ ۔ روزے دار رہنا۔

۳ ۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی اور لوگوں کے عیب پکڑنے،

بلا ضرورت اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا۔

۴۔ خلوت گزین رہنا۔ زیادہ تر وقت عبادت الٰہیہ، ذکر اور مشاہدے اور مراقبے میں گزارنا۔

۵۔ ہمیشہ خشوع خلوص اور حضور قلب سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کرنا۔

۶۔ دل کو ماسوائے اللہ کے اور کسی سے نہ لگانا۔

۷۔ اپنے پیر و مرشد کی تابعداری کرنا۔ وہ اس طرح جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ۔

۸۔ ہر حال میں خداوند کریم کا شکر ادا کرنا اور صبر اختیار کرنا۔

۹۔ بہشت کی آرزو اور جہنم کے ڈر سے عبادت نہ کرنا بلکہ عشق الٰہی میں غرق ہو کر ذکر الٰہی کرنا، حق بجالانا۔ ان نقاط پر عمل کرنے سے معرفت الٰہی حاصل ہو گی اور لذت عشق الٰہی پائی جائے گی۔

حضرت شیخ منصور نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کو سن کر میں مکان میں داخل ہوا۔ تو دیکھا کہ میری بہن تنہا بیٹھی ہوئی ہے میں نے اپنی بہن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری اور بشارت کی خبر سنائی، میری بہن نے بے ساختہ کہا کہ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ بشارت کے پورے چالیس ۴۰ دن بعد سید احمد کبیر الرفاعی کی ولادت ہوئی۔

پیدائشی ولی

آپ پیدائشی ولی تھے۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ صالحہ سے روایت

ہے کہ حضرت احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ زمانہ شیر خواری، رمضان کے مہینے میں کبھی دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔ چنانچہ پہلے یہ خیال کیا گیا کہ شاید اس دودھ پلانے والی کا دودھ کسی وجہ سے نہیں پیا۔ لہٰذا آپ کو دوسری دودھ پلانے والی عورت کو دیا گیا تو آپ نے اس کا بھی دودھ نہیں پیا۔ اور تمام دن اسی طرح چند مزید عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا اور تمام دن اسی طرح گزر گیا، مگر افطار کے وقت دودھ پلانے والی نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا تو آپ فوراً دودھ پینے لگے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔ تب سمجھ لیا گیا کہ ماہِ رمضان کے سبب دودھ نہیں پیتے۔

آپ کو بچپن ہی سے کھیل کود سے رغبت نہیں تھی۔ آپ ہمیشہ سنجیدہ رہتے اور فکر و ذکر میں تنہا مصروف رہتے۔ آپ کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ آپ کو شیخ عبدالسمیع الحربونی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید کی تعلیم دی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ اسی اثناء میں آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوالحسن علی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو معہ آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلا لیا اور آپ کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ فرمائی۔ بعد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے بموجب آپ کو شیخ علی ابوالفضل قاری الواسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے واسط بھیج دیا گیا۔

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے تحصیل علم میں پوری توجہ فرمائی اور بیس ۲۰ سال کی

عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ، معانی، منطق و فلسفہ وغیرہ سیکھ لیا نیز جملہ علوم و فنون مروجہ قابلِ فخر طریقہ پر حاصل کر لئے۔ یہاں تک کہ آپ نے باطنی فیوض میں عبور حاصل کر لیا۔ کہ مشائخ آپ سے رجوع فرمانے لگے۔

حضرت شیخ منصور بطائحیؒ کی اہلیہ آپ سے کہا کرتی تھیں کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے بھی کچھ وصیت کریں۔ اس مسلسل اصرار پہ آپ نے اپنے بیٹے اور بھانجے دونوں کو حکم دیا کہ میرے لئے پودوں کے پتے توڑ کر لے آؤ۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے تو تھوڑی ہی دیر میں بہت سارے پتے توڑ کر لے آئے۔ لیکن آپ کے بھانجے سید احمد کبیرؒ خالی ہاتھ واپس آئے۔ خالی ہاتھ واپس آنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے ہر پتے کو اللہ کی تسبیح میں مشغول پایا۔ اس لئے پتے توڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ تیرا بیٹا امتحان میں ناکام ہو گیا ہے۔

خرقۂ خلافت

جب سید احمد کبیر الرفاعیؓ نے تمام علوم و فنون اور ان کے اصول اور فروغ میں کمال حاصل کر لیا تو حضرت شیخ علی قاری الواسطیؒ نے آپ کو تمام علوم الشریعہ والطریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور خرقۂ ولایت عنایت کیا اور فرمایا یہ وہ خرقہ ہے جو سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت کیا تھا۔ ان سے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو ملا اور پھر یہ خرقہ مجھے عنایت کیا گیا تھا اور اب میں تمہیں دے

رہا ہوں۔

خرقہ زیب تن کرنے کے بعد غوث الرفاعی رضی سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی پر برکات و تجلیات الہیہ نے اور زیادہ ظہور کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت شیخ علی القاری الواسطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "ابوالعلمین" کا لقب بھی عنایت کیا۔

درس و تدریس

سند اور اجازت حاصل ہونے کے بعد سید احمد کبیر الرفاعی رضی نے خانقاہ رفاعیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم باطنہ کی تحصیل شروع کر دی۔ لطف خداوندی اور طبیعت کی مناسبت سے آپ نے اس فن شریعت میں بہت جلد کمال حاصل کر لیا۔ علم باطنیہ پیدائشی آپ کی ذات میں پوشیدہ تھا اب اس کی تکمیل ہو گئی۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی کو اٹھائیس ۲۸ سال کی عمر میں آپ کے ماموں نے خرقہ عنایت کیا تھا اور اپنا جانشین بنایا تھا اور اعلان فرمایا کہ تمام مشائخ و سالکین آئندہ حضرت رفاعی رضی کو اپنا شیخ مانیں اور انہی سے رجوع کریں اور انہی کا حکم مانیں، اسی سال سنہ ۵۴۰ھ میں حضرت شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی کو خرقہ عطا فرمانے سے چند دن پہلے حضرت بطائحی رحمۃ اللہ علیہ عالم رویا میں دیکھتے ہیں کہ حضرت رفاعی رضی کے والد حضرت

ابوالحسن علیؓ کے مکان پر علم بلندی نصب ہے سر اس علم کا آسمان پر پہنچا ہوا ہے اور پھر یرا اس علم کا تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور اس علم پر بخط نور لکھا ہوا ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ الصَّادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِيْنُ ۝

السید احمد ابی الحسن علی الرفاعی

سلطان الاولیاء والعارفین

من الیوم الیٰ یوم الدین

حضرت منصورؒ اس خواب سے بیدار ہوئے تو ایک غیبی آواز نے آپ کو چونکا دیا

"ادب کر اے منصور ادب کر، حکم میرا تمام مخلوق پر قائم ہے تیری بہن کا فرزند احمد کبیر تیرا شیخ اور روئے زمین کے ہر صاحب سجادے کا شیخ ہے۔ تو ظاہر میں اس کا شیخ ہوگا معنیٰ میں وہ تیرا شیخ ہے تسلیم کر لے سلامت رہے گا۔"

ہاتف کے یہ کلمات سن کر حضرت منصورؒ کا جسم لرز گیا، زبان سے بے ساختہ نکل گیا، تسلیم ہے تسلیم ہے۔ اس واقعہ کے بعد آپؒ ہمیشہ اپنے بھانجے السید احمد کبیر الرفاعیؓ کا ادب کرتے اور فرماتے۔

میں سید احمد کے خرقہ کا شیخ ہوں لیکن وہ میرا ازلی شیخ ہے۔ ظاہر میں میں اس کا شیخ ہوں اور حقیقت میں وہ میرا شیخ ہے۔

حضرت الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی خانقاہ ام عبیدہ میں درس وتدریس کا کام نہایت خوبی سے انجام دے رہے تھے۔ آپ کی شہرت دور دور تک تھی وعظ سننے کے لئے ہزاروں لوگ امنڈ پڑتے تھے۔ ام عبیدہ میں ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ علماء وفقرا آپ رضی سے استفادہ کے لئے آپ کے گرد وپیش رہتے اور تحصیل علم اور تزکیہ باطن کے لئے کوشاں رہتے۔ خانقاہ رفاعیہ میں جتنے طلباء، علماء وفقراء تزکیہ نفس کے لئے قیام کرتے ان سب کے طعام وقیام کا انتظام آپ رضی فرماتے تاکہ سالکین اور طلباء سکون قلب واطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں۔ اور فکر معاش میں مبتلا ہو کر ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جائیں۔

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ رضی کی خدمت میں "۱۵ شعبان المبارک کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس دن خانقاہ اُم عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ افراد جمع تھے اور سب کے قیام وطعام کا انتظام حضرت الشیخ احمد کبیر الرفاعی رضی کی جانب سے تھا۔ اس بات کی وضاحت کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تمام اخراجات حضرت رفاعی رضی خود دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کی زمینوں کی سالانہ آمدنی نو لاکھ درہم اور بیس ہزار اشرفیاں، پچاس ہزار تمشکہ، (اس وقت کی کرنسی کا نام) اور ستر ہزار تھان کپڑے سے بھی زیادہ تھی۔ اس قدر دولت ہونے کے باوجود حضرت رفاعی رضی بہت سادگی سے رہتے۔ آپ پر دنیاوی چمک دمک کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ کو اس دولت پر ناز تھا، بلکہ آپ جب تک غرباء ومساکین میں

اپنی دولت تقسیم نہ کر لیتے تو چین سے نہ بیٹھتے۔

(از لباب المعانی ۔ مطبوعہ مصر)

بعض مستند اور اہل علم بیان کرتے ہیں کہ اکثر ہم نے دیکھا کہ خانقاہ میں دس دس ہزار افراد کا مجمع رہتا تھا اور تمام افراد کے قیام اور طعام کا انتظام لنگر خانے سے ہوتا۔ سبحان اللہ۔
یہ ایک کھلی کرامت ہے کہ جہاں بڑی بڑی حکومتیں بھی اتنا بڑا انتظام کرنے سے قاصر ہوتی ہیں اور ایسے کاموں سے عاجز آجاتی ہیں۔ وہاں ایک مردِ مومن نے بڑی خوش اسلوبی سے اور خندہ پیشانی سے راہ حق میں اپنی تمام عمر یہ اہتمام جاری رکھا اور آپ کے بعد بھی آپ کے مریدین اس سلسلہ کو جاری رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے حضرت رفاعیؒ کو اپنی مثنوی۔ "رموزِ بے خودی" میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ آپ نے طریقت کو شریعت کے سائے میں پروان چڑھایا ہے۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعیؒ صبح و شام درس دیتے۔ جس میں حدیث فقہ، تفسیر اور عقائد وغیرہ کا درس ہوتا تھا۔ کثرت سے طلبا آپ کے درس میں شریک ہوتے۔ طلباء کے علاوہ علماء و فضلاء اور بڑے بڑے مشائخ بھی آپ کے درس میں شریک ہو کر آپ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ کے درس کا کمال یہ تھا کہ آپ کی آواز دور دور تک بیٹھنے والوں کو بھی بہت صاف سنائی دیتی۔ یہاں تک کہ بہرے بھی آپ کی آواز سن لیتے تھے۔ پیر اور جمعرات کو آپ کا درس بعد نماز ظہر ہوتا اور صبح اور شام واعظِ عام ہوتا۔ آپ کے واعظ کا اثر براہ راست دل پر ہوتا اور

نتیجتاً ہر واعظ کے بعد بہت سے نصاریٰ، یہود، آتش پرست آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کر لیتے۔

پیر و جمعرات کو رات گئے۔ ذکر الٰہی کی محفل ہوتی۔ اس محفل میں مریدین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس محفل میں خوابِ غفلت سے بچنے کے لئے دف کے ساتھ ذکر الٰہی کیا جاتا۔ لیکن دف کی آواز ذکر الٰہی سے دھیمی ہوتی۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؓ کے آئینہ اخلاق میں تواضع انکساری اور اتباع سنت کا عکس نمایاں نظر آتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں سلوک و معرفت کے تمام طریقے دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تواضع اور انکساری سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ اسی لئے میں نے اس کو اپنا لیا ہے۔ اتباع سنت کے آپؓ خود بھی پابند تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ علماء مشائخ اور صوفیائے کرام نے جو من گھڑت باتیں شریعت اور تصوف میں داخل کی تھیں آپؓ ہمیشہ ان کی تردید فرماتے اور بدعات کو مٹانے کی کوشش کرتے۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعیؒ کے واعظ سے

چند اقتباسات

آپ رضؒ فرماتے ہیں کہ ہر کام کے لئے اللہ کو پکارو کیونکہ اللہ تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ بدعت سے بچتے رہو۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتا ہے وہ "مردود" ہے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کے ساتھ اور اس کی مخلوق کے ساتھ سچائی اور خلق کے ساتھ پیش آؤ۔ اپنے نفس سے جہاد کرو۔ شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو، جھوٹ اور غیبت سے بچو۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گیا، وہ اللہ سے مل گیا، جو آپ ؐ سے جدا ہوا وہ اللہ سے جدا ہوا، خوب جان لو کہ ہمارے پیارے نبی ؐ کی نبوت آپ ؐ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے۔ جیسی حضور ؐ کی حیات میں تھی۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی ؐ ہیں۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت اور قرآنِ مجید ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ قرآنِ مجید ایک معجزہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہہ دیجئے کہ اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر بھی اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اس کا مثل نہ لا سکیں گے۔

آپ کا ارشاد ہے اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ کیونکہ

یہ اللہ کے دوست ہیں اور اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان کو عزیز رکھتا ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے ولی کو ایذا دے گا، میری طرف سے اس کو اعلانِ جنگ ہے۔

اے لوگو! حدود و مراتب کا لحاظ کرو ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو۔ نوعِ انسان میں سب سے بزرگ و برتر حضرت انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور انبیاء میں سب سے افضل و اشرف ہمارے نبی آقا و مولا حضرت سید الانبیاء اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ حضور کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپ کے اہلِ بیت اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں۔ جو خیر القرون سے ہیں۔ اولیاء اللہ کو عزت و احترام کے ساتھ یاد کرو اور ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے بچو۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء اللہ کے درجے بلند کئے ہیں۔ مگر اس کی پہچان سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

بزرگو! ہم میں سے ہر شخص عاجز و مسکین ہے۔ جس کی ابتداً گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اور انتہا ایک مردار لاشہ ہے۔ عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان جھوٹی انانیت و تکبر اور بیہودہ دعوے اور اپنی بڑائی کے احساس سے بالاتر ہو جائے۔ جب انسان تکبر اور جھوٹے دعوے سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت اس کی اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنی ابتداء کو پہچانے کہ مٹی سے بنا اور

انجام کو یاد رکھے کہ مٹی میں ملنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے۔ وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ سن لو وہ دل ہے۔ خوب جان لو کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتا ہے۔ اس کو بیمار اور خراب کر دیتا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک نوحہ کرنے والا رہتا ہے۔ جو اس کی حالت پر نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے۔ اور منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے جو ہر وقت گاتا بجاتا رہتا ہے۔ عارف کے دل میں ایک جگہ ہے۔ جو اس کو کسی وقت خوش نہیں ہونے دیتی اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے۔ جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

اے لوگو! اولیاء اللہ مخلوق کے واسطے پل ہیں۔ جن کو توفیق ہوتی ہے۔ وہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر کے اللہ کے مقرب بندے بن جاتے ہیں میں تم سے تاکید سے کہتا ہوں اور سختی سے نصیحت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض اور واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے۔ جس سے دین و دنیا کی دولت حاصل ہوتی ہے اور سنو! یہ کتابی باتیں پڑھنے پڑھانے اور مجلس جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف شیخ (مرشد) کامل و عارف کی صحبت سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس کو میں نے اللہ کے قریب کر دیا۔ وہ

قریب ہے اور جس کو میں نے اللہ سے دور کر دیا وہ دور ہے۔ اے ہم سے دور ہونے والے، اے وہ جس سے ہم کو نفرت ہے۔ اے مسکین یہ دوری اور نفرت تیری طرف سے نہیں بلکہ ہماری طرف سے ہے۔ اگر ہم کو تیری طرف توجہ کرنے کا موقع ملتا تو ہم تجھ کو اپنی طرف کھینچ لیتے اور اپنی جماعت میں داخل کر لیتے۔ خواہ تو چاہتا یا نہ چاہتا۔ لیکن تیری نفسانی لذتوں نے تجھ کو روکا اور تیری ناقابلیت نے تجھ کو ہم سے جدا کیا۔

آپ رضی نے ارشاد فرمایا۔

بزرگو! اللہ تعالیٰ کے پاس سب کو جانا ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا اور اس کی عمر ایک نہ ایک دن پوری ہو جائے گی۔ پھر اس کے متعلق باز پرس ہو گی۔ کہ عمر عزیز کو کس کام میں صرف کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

ترجمہ: ہم نے مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے۔ پھر اسی سے دوبارہ زندہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ یہ غلہ جو تم کھاتے ہو اور کھا رہے ہو۔ تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اُگا ہے اور کیونکہ زمین کے اندر بیشمار مخلوق دفن ہے۔ جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں۔ ان میں قوت بھی تھی اور وہ جنگجو بھی تھے۔ مگر سب چل دیئے۔ اور ایسے دنیا سے جدا

ہو گئے اور مٹ گئے، گویا کبھی تھے ہی نہیں۔

اسی لئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرو۔ تاکہ تم راہ حق سے بھٹک نہ سکو۔

حضرت کے چند نصائح

حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضؓ نے اپنے مریدین کو نصائح دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے بھائی تجھے تقویٰ وسنت نبوی کے اتباع کی وصیت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو اس نصیحت پر عمل کر، اے بھائی مانگی ہوئی چیز کو آخر اس کا مالک لے لیتا ہے۔ علم دنیا میں شرف اور آخرت میں عزت کا باعث ہے۔ جو بات شریعت کے مخالف ہو اس کے کرنے سے آدمی زندیق ہو جاتا ہے۔ موت غفلت کا پردہ اٹھا دیتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَھُوْا

ترجمہ: لوگ سوتے ہوئے جب مریں گے تو جاگ پڑیں گے۔

○ تکبر کے گھوڑے سے اتر کر پیدل چل۔ جو لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ وہ اللہ کی نظر میں گر جاتا ہے۔

○ عقلمند وہ ہے۔ جو ہمیشہ بدعتوں سے کنارہ کش رہے۔

کامل آدمی اللہ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دیتا ہے۔ مخلوقات نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان بلکہ بندے اور اللہ کے درمیان ایک حجاب ہے اور جو اس نقاب کو درمیان سے اٹھا دے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔

اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے اطمینان رکھنا موجب خطرہ ہے اور اللہ کا خوف یہ ہے کہ اس کی مخلوق پر بھروسہ نہ کیا جائے۔

وقت تلوار کی مانند ہے۔ جو اس کے ساتھ دشمن کا سا مقابلہ کرے کامیاب ہوتا ہے۔

دنیا اور آخرت دو چیزوں پر منحصر ہے۔ ایک عقل اور دوسرا دین۔

علم وہ ہے کہ تجھے جہالت اور تکبر کے گڑھوں سے نکال کر اولوالعزم کی راہ میں لائے۔ شیخ وہ ہے جو تجھے نیکی کی ہدایت کرے، جب مشکل پیش آئے تو تیری مدد کرے تجھے کتاب وسنت کی راہ پر چلائے اور بدعتوں سے بچائے۔

جب تک انسان کے دل سے تکبر، حماقت اور بخل کی عادتیں زائل نہ ہوں تب تک وہ ولی نہیں بن سکتا۔

بہترین رفیق اللہ کا خوف اور بہترین مرتبہ اخلاص ہے۔

کامل انسان مخلوقات کی خدمت سے جی نہیں چراتا۔ آدمی کی اعلیٰ ترین صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے جس نے قرآن میں اپنی رائے کو دخل دیا وہ گمراہ ہوا اور ظاہر و باطن سے دور جا پڑا۔

اللہ کا ذکر تمام مصیبتوں کی ڈھال ہے۔ زبانی جمع خرچ کرنے

والا کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

عقل مندی یہ ہے کہ ان کو امر بالمعروف کیا جائے جو اس کے اہل ہوں۔

اچھی بات کا انکار نہ کر جو اپنا وعدہ پورا نہ کرے وہ مومن نہیں

اللہ مخلصوں اور عاجزوں کی ہی مدد کرتا ہے۔ دوست وہ ہے جو صرف اللہ کے لئے دوستی رکھے اور اگر ایسا شخص مل جائے تو اس کو دوست بنا، کیونکہ سچے دوست بہت کم ملتے ہیں۔

اللہ کی بخشش کا میدان وسیع ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جیسے چاہے دے سکتا ہے۔ زندوں اور مردوں سے ضرر کا خوف اور نفع کی امید نہ رکھ کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے بغیر ضرر اور نفع نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اولیاء اللہ کی محبت کو وسیلہ بنا کیونکہ ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے رازوں سے ایک راز ہے۔

ولی وہ ہے جو جان و دل سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑے اور اللہ سے راضی ہو اور اللہ پر بھروسہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں ماں سے زیادہ مہربان ہے۔

تکبر اور غرور سے عزت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے عاجزی اور ذلت کا جامعہ پہن۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کر کیونکہ یہ اچھا راستہ ہے اور نافرمانی برا۔

اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کر اور اللہ سے امید رکھ۔ تکبر نہ کر اور یکسوئی اختیار کر اگر ایسا کرے گا تو مومنوں اور پرہیزگاروں کے

زمرے میں شامل ہوگا

نیک آدمی اس وقت بابرکت بنتا ہے۔ جب اللہ سے قرب ہو۔ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان عظمت کے سوا کوئی حجاب نہیں۔

دل کی صفائی بصیرت اور آنکھوں کے نور کی تاثیر کم کھانے اور کم پینے سے حاصل ہوتی ہے۔ میں نے بھوک سے بڑھ کر نفس کی خواہشوں کو مٹانے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ کیونکہ سیر ہو کر کھانا سستی پیدا کرتا ہے اور دل کو سیاہ کرتا ہے نیز اس سے آنکھوں کی بشارت کم ہوتی ہے اور غفلت بڑھتی ہے۔

احسان سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے والا پل صراط سے باآسانی گزرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

ماں باپ سے احسان کرنے والا سکرات کی موت سے محفوظ رہتا ہے۔

عارف وہ ہے جو طریق حق پر استقلال سے چلتا رہے۔ اور اس میں شرم و فرق نہ کرے صوفی وہ ہے جو توہمات و شبہات سے دور رہے اور اللہ کی ذات و صفات اور افعال کے بارے میں اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نہ اس کی ذات جیسی کوئی ذات ہے نہ اس کی صفات جیسی کوئی صفات اور نہ اس کے افعال جیسے کسی کے افعال۔

صوفی وہ ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بتائے ہوئے راستے کے سوا کسی اور راستے پر نہ چلے اور نہ ہی کسی اور راستے کو دستور عمل بنائے۔ ایسے لوگوں کی صحبت نہ کر جو ہمیشہ اولیاء اللہ کے کلام کی تاویل اور ان کی نسبت طرح طرح کی حکایتیں گھڑ کر ان پر فخر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے قصے جھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ اللہ کی مخلوق پر عذاب ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ کر نیکی کے خواہش مند ہوتے ہیں تو اللہ نے انہیں نادانوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ یہ لوگ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں میں ایسی باتیں داخل کر دیتے ہیں۔ جو سراسر بہتان اور اختراع ہوتی ہیں۔

کرامات

دست بوسی کی سعادت

الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی ایک روز لب دریا تشریف فرما تھے کہ یکایک آپ نے نعرہ لگایا آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو ساتھیوں نے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

مجھے یوں الہام ہوا ہے کہ اے احمد! تیرے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو جا۔ وہاں تیرے لئے ایک نعمت بڑ سعادت امانت ہے جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے عطا فرمائیں گے

چنانچہ وہاں سے حضرت اپنی جماعت کے ساتھ بیت اللہ

کو روانہ ہوئے۔ وہ سال ۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء کا تھا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو سواری سے اتر گئے۔ نعلین اتار دیئے اور پیادہ وقارِ عظمت کے ساتھ چلتے گئے۔ ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری تھی وقتِ عصر مدینہ منورہ پہنچے نماز سے فارغ ہو کر حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوئے۔ آپ کا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ آپ پر عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وجد طاری ہو گیا۔ مزارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گئے تو بلند آواز سے آپ رضی نے کہا۔

"السلام علیکم یا جدی"

آواز میں نہایت ہی عجز و انکساری تھی بے حد ادب و احترام تھا یہ آواز اس محفل مبارکہ کے حاضرین نے سنی سب پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ حرم نبوی میں کون داخل ہوا۔ کس کا بلایا ہوا مہمان آ پہنچا۔ آج کی اس مجلس کا مہمان خصوصی آ پہنچا۔ کیا نوازش حضور اکرم ﷺ کی کہ فوراً ہی مزار مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب آیا۔

"وعلیکم السلام یا ولدی"

سلام و جواب میں کتنا پیار و محبت تھی، شفقت سے بھرپور تھا۔ کس نے سلام کیا تھا۔ اس نے سلام کہا تھا۔ جس کی پیدائش سے چالیس دن پہلے آپ ﷺ نے بشارت دی تھی اور ارشاد فرمایا تھا یہ پیدا ہونے والا فرزند اولیاؤں میں ایسا ممتاز فرد و واحد ہوگا۔ جتنا میں انبیاء اور رسولوں میں ممتاز کیا گیا ہوں۔ اللہ اللہ اس شان کا ولی

نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا۔ جوابِ سلام سب زائرین حرم نے سنا۔ جن کی تعداد نوے ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ دور والوں نے بھی اسی طرح سنا جس طرح مزار اطہر کے قریب والوں نے سنا۔

السید احمد کبیر الرفاعی رضی کی حالت غیر ہو گئی۔ ذوق و شوق میں وجدانی کیفیت حد سے زیادہ تجاوز کر گئی۔ عالم مدہوشی میں آپ رضی نے فرمایا۔ دستِ اطہر دیجیئے تاکہ چوم لوں ابھی یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ مزار رحمۃ اللعالمین سے دستِ پرضیا نے ظہور کیا۔ صرف حرم نبوی میں ہی نور کی بارش نہیں ہوئی بلکہ سارا مدینہ اور اطرافِ مدینہ بقعۂ نور بن گیا۔ خوشبو کی لہریں ہر جانب گشت کرنے لگیں۔ زائرین کی زبانوں پر درود شریف جاری ہو گیا۔ کوئی عشق حضور میں تڑپ گیا، کوئی زار و قطار رونے لگا۔ کوئی بے خود ہو گیا۔ ایک ایسا عالم طاری ہو گیا۔ جس کے بیان کے لئے الفاظ ہی نہیں ملتے۔

اُف اللہ! وہ عالم کیا ہوگا۔ حضور کے دستِ روشن نے ساڑھے پانچسو سال کے بعد اس دنیا میں ظہور فرمایا ہوگا۔

وہ کس عظمت والے کا دستِ اطہر تھا۔ وہ کس مُقرب بندے کا دست معجزانما تھا۔ یہ اس کا دست معطر تھا جس کی شان و شوکت و عظمت کی کوئی حد ہی نہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مختصر اُسید احمد کبیر الرفاعی رضی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نہایت ادب و احترام سے دستِ مبارک نبوی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور بہت ہی عجز و انکساری سے جھک کر بوسہ لیا۔ تمام زائرین بھی رسالت

مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ منور کے دیدار سے مشرف ہوئے
ظاہری طور پر جو کچھ ظہور میں آیا وہ تقریباً نوے ہزار (۹۰،۰۰۰)
زائرین و عاشقانِ جمالِ محمدی نے اپنی اس مادی آنکھ سے دیکھا
ان حاضرین میں بڑے بڑے مراتب والے مشائخ کرام اور اولیاء عظام
بھی موجود تھے۔ جن کے نام نامی اسم گرامی یہ ہیں۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموی
شیخ سید عبدالرزاق الحسینی
شیخ احمد زعفرانی
حضرت شیخ حیات بن قیس حرانی
حضرت شیخ عقیل بن منجی
حضرت شیخ خمیص

ان کے علاوہ اولیاء کرام میں حضرت محبوب سبحانی قطب
ربانی غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بھی موجود تھے۔ اور یہ
تمام حضرات دستِ مبارک کی زیارت سے شرف باریاب ہوئے
یہ نعمت پر سعادت کا کیا انعام عطا ہوا جو نہ کسی کی آنکھوں نے
دیکھا اور نہ کسی کے کانوں نے سنا۔ وہ دینے والا جانے، لینے والا
جانے اور اللہ جانے اس دستِ بوسی کی ضو و ضیاء سے جو حضرت
سید احمد کبیر الرفاعی کو ہوئی۔ بڑے بڑے آفتابِ ولایت
ماند پڑ گئے۔ بلکہ اس دست بوسی کی کرامت پر سعادت پر فرشتے
اور ملائکۃ الاعلیٰ کو رشک ہوا۔

آج صدیوں کے بعد بھی سید احمد کبیر الرفاعی کے عقیدت

مندوں کے کانوں میں ابتک اس سلام کی اور جواب سلام کی آواز گونجتی ہے اور یہ کوئی ناقابل تسلیم بات نہیں۔ کیونکہ سائنس سے یہ بات ثابت ہے کہ آواز کو فنا نہیں۔

کتاب الباب المعانی کے مصنف محمد بن الفرج الفاروقی رح لکھتے ہیں کہ ٦٦٢ سنہ ہجری میں جب کہ ان کی عمر آٹھ سال کی تھی اپنے والد کے ہمراہ ام عبیدہ گئے۔ اس وقت ام عبیدہ کے سجادہ نشین سید شمس الدین محمد رفاعی رح تھے۔ جو حضرت رفاعی رض کے نواسے تھے۔ یہ عرس کا موقع تھا۔ جمعہ کے دن روضہ مبارک میں ہزارہا زائرین زیارت کے لئے آئے۔ ان میں ایک بزرگ بہت عمر رسیدہ تھے۔ میرے والد نے ان کی دست بوسی کی اور مجھ سے فرمایا یہ حضرت شیخ احمد بن عبد المحمود الربیعی ہیں۔ جنہوں نے مدینہ منورہ میں حضور اکرم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رض کو دیکھا تھا۔

کانٹے مچھلیوں میں تبدیل ہو گئے

حضرت شیخ تقی الدین واسطی رح سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رض نہر کے کنارے تشریف فرما تھے، احباب و مریدین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آج بھنی ہوئی مچھلی کھانے کو جی چاہتا ہے۔ ابھی آپ کی زبان سے یہ

جملہ نکلا ہی تھا کہ قسم قسم کی مچھلیاں پانی کی سطح پر تیر آئیں۔ آپ کے ہمراہی احبابوں اور مریدوں نے بہت سی مچھلیاں پکڑ لیں اور بھون کر آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا "مرد کامل کی صفت کیا ہے"؟ تو حضرت رفاعی رضؓ نے فرمایا کہ جمیع خلائق میں اس کو تصرف عام دیا جائے۔ پھر اس شخص نے کہا اس کی علامت کیا ہے تو حضرت نے فرمایا یہ جو باقی مچھلیاں ہیں ان کو اگر مرد کامل حکم دے۔ کہ اٹھ جاؤ اور تیرنے لگو: تو امر الٰہی سے تیرنے لگ جائیں۔ بس کیا تھا۔ تمام مچھلیاں زندہ ہو کر پانی میں تیرنے لگیں۔

نقش تعویذ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک میں کیا تاثیر دی تھی کہ آپ رضؓ کا فرمانا ہی کافی ہو جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی کوئی مرید آپ سے تعویذ طلب کرتا تو آپ رضؓ عنایت فرما دیتے۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ رضؓ سے تعویذ طلب کیا۔ سادہ کاغذ تو مل گیا۔ لیکن وہاں قلم دوات نہ تھی۔ لہذا آپ نے اپنی انگلی سے تعویذ تحریر فرمایا۔ آپ کی انگشت مبارک سے سائل کو جو کلام الٰہی لکھ کر دیا تھا۔ اس سے اس شخص کا کام تو بن گیا۔ لیکن کافی عرصہ بعد اس مرید کے دل میں شک و شبہات پیدا ہوئے اور وہ پھر چند روز بعد آپ کو آزمانے کیلئے وہی کاغذ لے کر دوبارہ تعویذ

لکھواتے پہنچ گیا۔ حضرت نے کاغذ کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا۔ فرزندِ عزیز اس کاغذ پہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا تعویذ موجود ہے۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور آپ سے معافی مانگی۔

ما العشق (عشق کیا ہے)

کتاب گلدستہ کرامت میں تحریر ہے کہ ایک روز کوئی شخص حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا غوث الاعظم عشق کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ تمہارے اس سوال کا جواب سید احمد کبیر الرفاعی رح سے ملے گا۔ تو وہ شخص سید احمد کبیر الرفاعی رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور مودبانہ عرض کیا کہ یا شیخ عشق کیا ہے؟ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ آپ نے جب یہ سوال سنا تو ایک آہ بھری اور فرمایا "عشق وہ آگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔" آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ اس درخت میں آگ لگ گئی اور وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ آپ بھی اسی آگ میں جلنے لگے یہاں تک کہ آپ کا جسم مبارک بھی جل کر راکھ ہو گیا۔ لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ راکھ پانی بن گئی اور برف کی مانند جم گئی۔ یہ تمام تبدیلیاں بجلی کی سی تیزی سے ہوئیں۔ وہ شخص بہت گھبرایا اور دوڑتا ہوا حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت غوث

الاعظمؒ نے فرمایا کہ فوراً واپس جاؤ، تمہیں تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا۔ وہ شخص اس جگہ پر واپس گیا تو دیکھا کہ برف میں حرکت ہوئی اور ایک ساعت نہ گزری تھی کہ حضرت سید احمد کبیر الرفاعیؓ کلمہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سبحان اللہ۔ آپ مقام فنا فی اللہ سے بقا کی طرف رجوع ہوئے یہ کرامت بالائے عقل وفہم ہے جب یہ خوش خبری حضرت غوث الاعظم دستگیر کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو اولیاء اللہ اس مقام فنا در فنا میں پہنچ جاتے ہیں تو ان کا عالم عنصری میں رجوع ہونا ممکن نہیں۔ سوائے دو اولیاء کرام کے۔ ایک ایام سلف میں گزرے ہیں اور دوسرے آپ سید احمد کبیر الرفاعیؓ ہیں۔

حضرت علامہ اقبال "اسرار رموز بے خودی" میں فرماتے ہیں

شیخ احمد سید گردوں جناب　　کاسبِ نور از ضمیرش آفتاب
گل کہ می پوشد مزار پاک او　　لا الٰہ گویاں دمد از خاک او
با مرید گفت اے جانِ پدر　　از خیالات عجم باید حذر
زان کہ فکرش گرچہ از گردوں گذشت　　از حدِ دین نبیؐ بیروں گذشت

نجات کا پروانہ

سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مرید ایک صحرا میں بیٹھے ہوئے تھے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تجھے حضرت کی خدمت کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا۔ ہمیں بتاؤ کہ اس خدمت سے تمہیں کیا فائدہ ہوا۔ وہ شخص پریشان ہو گیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر عرض کی اے میرے پروردگار میں ایک زمانے سے تیرے ایک برگزیدہ بندے کی خدمت انجام دے رہا ہوں اور تیرے اس برگزیدہ و عزیز بندے کے وسیلے سے میں تجھ سے اپنی نجات کا پروانہ ثبوت کے طور پہ چاہتا ہوں مرید نے ابھی یہ جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ آسمان سے ایک نہایت صاف و شفاف کاغذ آکر اس کی گود میں گرا سب نے اس کاغذ کو دیکھا۔ اس پر کچھ نہیں لکھا تھا۔ مشورہ یہ ٹھہرا کہ اس کاغذ کو حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے چلیں۔ گویا آپ کی خدمت میں یہ کاغذ پیش کیا گیا آپ اسے دیکھ کر فوراً سجدے میں گر پڑے بعدہٗ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ "قدرت کے ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھتے" اللہ تعالیٰ نے اپنے نورانی قلم سے تحریر کیا ہے کہ میرے تمام مریدین کو اپنی بخشش کاملہ سے جہنم سے نجات بخشی ہے۔ اس موقع پر آپ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ شریعت محمدی پر عمل کرتے رہو تاکہ تمہاری وجہ سے مجھے روز قیامت شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

بدبختی خوش قسمتی میں تبدیل ہو گئی

حضرت الشیخ الواصل ابی الفتح النغائم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شامی دمشق سے مرید بننے کے لئے عراق پہنچا۔ اسے بڑا شوق و اضطراب تھا کہ وہ کسی مردِ حق کا دامن پکڑ کر اس کی غلامی اختیار کرے۔ اس زمانے میں عراق میں بہت مشہور و معروف اولیاء اللہ موجود تھے۔ گویا عراق اولیاء اللہ کا مسکن مشہور تھا۔ شہر بغداد میں وہ حضرت الشیخ عدی ابن مسافر الاموی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت عجز و انکساری کے ساتھ درخواست کی کہ یا حضرت مجھے اپنا مرید بنا کر اپنے حلقے مریدی میں شامل کر لیں۔ کیونکہ میں بہت گناہ گار ہوں اور گناہ سے توبہ کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا کہ میں معذرت خواہ ہوں۔ میں تمہیں اپنا مرید نہیں بنا سکتا۔ کسی اور بزرگ کو تلاش کرو۔ اس شخص کے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ تمہاری پیشانی پر "ھٰذا شقیٌ" لکھا ہے۔ جس کے معنیٰ 'بدبخت' کے ہوتے ہیں۔

آپ جیسے جلیل القدر بزرگ سے انکار سن کر وہ شخص بہت غمگین ہوا اور وہ شیخ علی ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ لیکن آپ نے بھی اس کی پیشانی پر بدبخت لکھا دیکھ کر معذرت کی۔

وہ شخص بیچارہ بہت سارے مشائخ اور اولیاء کرام کے سامنے رجوع ہوا لیکن کسی نے اس کو اپنے حلقے میں شامل نہ کیا اور سب نے اپنا دامن چھڑا لیا۔ سب جگہ سے مایوس ہونے کے بعد وہ شخص حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب ربانی، محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت غوث الاعظم نے بھی اس کی پیشانی پر بدبخت لکھا پڑھ لیا۔ اور اپنے حلقے میں شامل کرنے سے معذرت کی۔ البتہ بہت شفقت کے ساتھ اس کو ہدایت کی کہ تم اُم عبیدہ چلے جاؤ اور حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا مدعا بیان کرو۔ وہ شخص امید کی آخری کرن سمجھ کر اُم عبیدہ جا پہنچا۔

حضرت شیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ درس و تدریس میں مشغول تھے وہ شخص اسی محفل میں چپ چاپ جا بیٹھا۔ اور آپ کا درس سننے میں مصروف ہو گیا۔ حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ جب اپنے درس و تدریس سے فارغ ہوئے تو اس شخص کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا یہ نظر کیا نظر تھی کہ اپنا کام کر گئی۔ وہ بدبخت اب خوش بخت بن چکا تھا۔ چند لمحے بعد گفتگو کا آغاز ہوا حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے خوش بخت کیا مریدی میں شامل ہونے کی غرض سے آیا ہے؟ وہ شخص جو در، در کی ٹھوکریں کھا کر اس دروازہ کرم پر پہنچا تھا۔ مسرت سے بے تاب ہو کر بے خودی کے عالم میں رونے لگا۔ اور آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیا اور مرید بنا کر اپنی شاگردی میں لے کر اسے ذکر و اذکار کے طریقے سکھا دیئے۔ اور ریاضتوں سے اُسے معارفت کے درجوں تک پہنچا دیا۔

(از کتاب انوار احمدیہ)

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

آپؒ کی تصنیفات و تالیفات

تصنیفات و تالیفات آپ کی بہت سی ہیں۔ مثلاً معانی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اور تفسیر سورۃ القدر، علم التفسیر میں معتبر کتاب ہے۔ دالہ وایہ یہ حدیث میں اور طریق الی اللہ و حالتہ اہل الحقیقہ مع اللہ اور بہجتہ، یہ تین کتابیں علم تصوف میں نہایت عمدہ ہیں اور شرح التنبیہ، فقہ شافعیؒ و حکم، و احزاب اور برہان المؤید الاطی ح ۶۲ کتابیں آپ کی تصنیفات و تالیفات سے ہیں۔ (بحوالہ شان رفاعیؓ)

آپؒ کا وصال

آپ کا وصال بروز جمعرات بتاریخ ۲۲ جمادی الاول ۵۷۸ھ میں عصر کے وقت ہوا تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی۔ وصال سے قبل آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ آپ کو شدید بخار

آپ کے بارہ فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے چار فرزندوں سے آپ کا نسب جاری ہے اور مختلف ممالک میں آباد ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے سید قطب الدین صالح رفاعیؒ کا انتقال آپ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ لہذا آپ کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد معدن اسرار اللہ الرفاعیؒ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کی اولاد مصر، شام، مدینہ منورہ، عجم واستنبول اور ہند و پاک میں بڑودہ، سورت، بمبئی میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں شہر کراچی میں آباد ہیں۔

آپ کے بارہ فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے چار فرزندوں سے آپ کا نسب جاری ہے اور مختلف ممالک میں آباد ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے سید قطب الدین صالح رفاعیؒ کا انتقال آپ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد معدن اسرار اللہ الرفاعیؒ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کی اولاد مصر، شام، مدینہ منورہ، عجم واستنبول اور ہندوپاک میں بڑودہ، سورت، بمبئی میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں شہر کراچی میں آباد ہیں۔

راتبِ رفاعیہ

اس سے پہلے کہ ہم راتبِ رفاعیہ کی اصلیت اور اہمیت پر نظر ڈالیں یہ بہتر ہوگا کہ تصوف کی ابتداء کی تشریح کریں۔ چونکہ ہو سکتا ہے کہ تصوف کے تاریخی جائزے سے راتب رفاعیہ پر بہت کافی روشنی پڑ سکتی ہو۔ بہت سے لوگ اس ضرب اندازی سے متاثر ہوتے ہیں اور اکثر یہ خیال ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس رسم کا آغاز کیوں اور کیسے ہوا۔ رفاعی سلسلے میں اس کی کیا اہمیت ہے؟

جب عربوں نے خلافت عباسیہ کے دور میں قبائلی تنظیم کو خیرباد کہہ کے شہروں میں مستقل سکونت اختیار کی تو خانہ بدوشانہ اور بدویانہ نظام اور اس کی قدروں کا خاتمہ ہو گیا اور زیادہ تر عرب لوگ قبیلے کے تحفظی دائرے میں نہیں تھے۔ بلکہ شہروں کے نئے معاشی نظام میں پلنے لگے۔ جو قبیلے پر نہیں بلکہ اسلامی بین الاقوامی قدروں پر منحصر تھا۔ اب عربی، عجمی، ترکی وغیرہ سب امتِ اسلام سے یکساں منسلک تھے۔ ہزاروں سال کی قبائلی تنظیم کا اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں ٹوٹ جانا لوگوں کیلئے باعث غیر تحفظ ثابت ہوا۔ چنانچہ اس درمیان صوفیوں کی خانقاہوں کی شروعات ہوئی۔ جنہوں نے ٹوٹے ہوئے قبیلے کے معاشرتی نظام کی جگہ لیکر شہروں کے عوام اور

غربا کی دیکھ بھال کی نہ صرف ان کے ضعیفانہ دور میں اور ان کی بیواؤں یتیموں اور بیماروں کی مدد کی بلکہ ان کو مریدین کے حلقے میں لے کر معاشرتی تحفظ کا احساس دلایا۔ اس دور میں اکثر تارک دنیا لوگ پائے جاتے تھے۔ جو مادہ پرستی اور عیش پرستی پر سخت نقطہ چینی کرتے تھے کیونکہ عیش پرستی غریب لوگوں میں غیر تحفظی احساس کو بڑھا دیتی تھی۔

انہی حالات میں تصوف کی بنیاد پڑی یہ تصوف کے پہلے دور کا آغاز ہے۔ ابن خلدون ۱۳۳۲ء تا ۱۴۰۶ء جسے مغربی تاریخ دان دنیا کا پہلا مشہور و معروف فلسفی اور معتبر تاریخ دان تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو بھی ان علامات کا احساس ہوا تھا اور وہ ایک اچھے تاریخ دان کی حثیت سے لکھتا ہے کہ

"ہر طرف رہبانیت اور ترکِ دُنیا اور روحانیت کا بول بالا تھا۔" (مقدمہ از ابن خلدون صفحہ ۷۷)

یہ ابتدائی صوفی لوگ تھے یہ قلبی تسکین اور توکل کے شیدائی تھے۔ اور قرآن کریم کی آیات پر مراقبہ اور غور و فکر کیا کرتے تھے۔ تصوف کی اس تسکین پسندی اور قلبی اطمینان پسندی کے دور کا اختتام حضرت رابعہ بصری سے ہوا۔ (۹۲ھ تا ۱۸۵ھ) جنہوں نے غالباً تصوف کے دوسرے دور کی بنیاد ڈالی۔ جس کو دور وجد کہا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون کی تاریخ میں اس نئے دور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ صوفیوں میں ایک نئی حساسیت جو وجدانیت کے ذریعے آتی ہے پیدا ہوئی، اور جب

نئے طرزِ خیال وجود میں آئے تو اس کی تشریح کے لئے ایک نئی اصطلاع ایجاد کرنا پڑی (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۷۷) اگر اس منطق کو اور آگے بڑھایا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ وجدانیت شعور کی ایک نئی حساسیت تھی تو اس کے اظہار کے لئے ایک نیا طریقہ پایا گیا جسے ہم ذکر تصوّف یا راتب کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اس طرح راتب رفاعیہ وجود میں آئی۔ جس میں وجدانیت کا اظہار، ذکر الٰہی اور دائروں کے لہہ پر کیا جاتا تھا نہ صرف اس میں ذکر الٰہی تھا بلکہ وجدانیت اور حال کے ذریعہ فنا کی منزلیں طے کی جاتی تھی اور خودی کو خدا کے خیال میں غرق کر کے اپنی عبودیت اور خاکساری کا احساس اجاگر کیا جاتا ذکر الٰہی اور دائروں کی لہہ میں لوگ اتنے مدہوش ہو جاتے تھے

کہ ان پر تلواروں اور آگ کا کچھ اثر نہ ہوتا، اس طرح روحانیت کا مادیت پر جو غلبہ ہے اس کا جیتا جاگتا ثبوت دیا جاتا تھا۔

مراکش کے ایک عالم عرب مسافر ابن بطوطہ ۱۳۲۷ء میں خانقاہ رفاعیہ میں مہمان رہے۔ وہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ اور ان کی خانقاہ اور مقبرے کے قصے ہزاروں میل دور سے سنے تھے، چنانچہ مجھے ان کی زیارت کرنے کا بہت اشتیاق تھا جو اللہ کے فضل سے پورا ہوا۔ یہ خانقاہ ایک دیہی علاقے ام عبیدہ میں واقع ہے۔ جو واسط سے ایک دن کے سفر کے بعد آتا ہے۔ جہاں ایک بے حد وسیع خانقاہ ہے۔ جس میں ہزاروں غربا مقیم ہیں۔ جب عصر کی نماز پوری ہوئی تو نقاروں کی آواز میں ان فقرا نے وجد کرنا

شروع کر دیا۔ اس کے بعد نماز مغرب پڑھی گئی اور پھر شام کا کھانا لایا گیا جس میں چاول کے نان، بھنی مچھلی، کھجور اور پینے کے لئے دودھ شامل تھا بعد نماز عشاء محفل ذکر (راتبِ رفاعیہ) شروع ہوئی۔ سجادہ نشین خانقاہ اپنے جد اعلیٰ (سید احمد کبیر الرفاعی رض کے مصلے پر رونق افروز تھے۔ پھر سماع شروع ہوا۔ جلانے کی بہت سی لکڑیوں میں آگ سلگائی گئی۔ جس پر بہت سے مریدین وجد کی حالت میں رقص کرنے لگے۔ کچھ تو آگ پر لوٹنے لگے اور کچھ نے انگارے اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر مسل دیئے۔ ان لوگوں نے اسی طرح آگ کو مکمل طور پر بجھا دیا۔ یہ ان احمدی فقیروں کا خصوصی طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ چند فقیروں نے تیز دھار ہتھیاروں سے اپنے جسموں پر ضربیں لگائیں۔ لیکن نہ وہ زخمی ہوئے اور نہ ہی خون بہا اور نہ چوٹ لگی۔

(سفرنامہ ابن بطوطہ صفحہ ۸۶ ، اور ۲۴۸ ، جس کا انگریزی ترجمہ لندن سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا ہے)

انگریز پروفیسر "گِب" نے "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" صفحہ ۴۷۶ پر لکھا ہے کہ ان کے خیال سے ضرب کی رسم ہلاکو خان اور منگولوں کی چڑھائی کے زمانے سے شروع ہوئی۔ (۱۲۵۸ء) اور یہ رسم عدم تشدد کی مظہر ہے کیونکہ منگولوں نے عراق میں مسلمانوں پر بہت ظلم و ستم کئے اور ان کا خون خرابہ کیا۔ پروفیسر فلپ حِتی (PROp : Hitti) نے اپنی کتاب "اسلام ایک طرز زندگی" میں پروفیسر گب کے اس خیال کی تائید کی ہے۔ صفحہ ۶۴۔

تاریخی نظریہ سے دیکھا جائے تو ضرب کی رسم رفاعی صوفیوں

کا اظہار احتجاج ہے۔ جو انہوں نے ترکوں اور منگولوں کے عراق میں خون خرابے اور تیغ زنی کرنے کے خلاف کیا تھا۔ ترکی اور منگولی بھی قبائلی انتظام سے جب شہر میں مستقل قیام پذیر ہوئے تو ان میں بھی احساس عدم تحفظ تھا۔ اور اس کے لئے صوفیائے کرام کی خانقاہوں نے نہ صرف ان کو مرید بنا کر ان کو احساس تحفظ دیا بلکہ اسلامیات بھی سکھائی۔

رفاعی سلسلے کی تاریخ کی زیادہ معلومات عبداللہ المطہری کی کتاب "انوار احمدی" سے ملتی ہے۔ جس میں انہوں نے راتب رفاعیہ کی ابتدار سید احمد کبیر الرفاعیؒ سے وابستہ کی ہے۔ اس کا حوالہ الحاج حضرت سید رضی الدین الرشید الرفاعیؒ کی کتاب "شان رفاعی" میں صفحہ ۱۴ ، میں ملتا ہے۔ ضرب کی رسم کی شروعات کیسے بھی ہوئی ہو مگر یہ حضرت الرفاعیؓ کی زندگی کے فلسفے کی ترجمانی کرتی ہے۔" کہ خودی اور خود غرضی کو مسکینیت اور خاکساری سے فنا کر دینا چاہیے۔ تب ہی بندے کو خدا مل سکتا ہے۔

بحوالہ مضمون ڈاکٹر سید شاہد رفاعی
پی۔ایچ ڈی (کیمبرج)
کالج آف سینٹ روز والبنی، نیویارک امریکہ

برصغیر ہند و پاک میں

حضرت سید رفاعیؒ کی اولاد

سید محمد معدن اسرار اللہ رفاعیؒ کی اولاد سے حضرت سید عبدالرحیم الرفاعیؒ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے، شہنشاہ آپ کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے۔ آپ کی کاوشوں سے ہندوستان کے کئی شہروں میں سلسلہ رفاعیہ نے فروغ پایا۔ راتب رفاعیہ دیکھ کر بہت سے مشرکین اور آتش پرست آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔ چونکہ ہندوؤں کو اس میں "یوگا" اور "بھگتی" سے زیادہ روحانیت نظر آئی۔

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء میں سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعیؒ جو کہ حضرت سید بدرالدین محمد فیض اللہ الرفاعیؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید فخرالدین الرفاعیؒ کے ہمراہ کراچی تشریف لے آئے اور مستقل کراچی میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کو اپنے جد امجد سید احمد کبیر الرفاعیؓ سے بے حد محبت اور عقیدت و عشق تھا۔ لہٰذا اپنی تجارتی مصروفیات کے باوجود آپ پانچ مرتبہ اُم عبیدہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوئے

حضرت الحاج سید رضی الدین الرشید الرفاعیؒ مسند رفاعیہ پاکستان کے سجادہ نشین تھے۔ آپ سلسلہ رفاعیہ کے فروغ کے لئے ہمہ تن

مصروف رہے۔ آپ کی کاوشوں سے پاکستان میں سلسلہ رفاعیہ کا خوب پرچار ہوا۔ اور ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ رفاعیہ میں داخل ہوئے۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی کراچی کے عوام میں بہت مقبول رہا ہے۔ آپ کی روحانیت کا چرچا عام سنا جاتا ہے۔ آپ کے پاس فیوض و برکات کے حصول کے لئے عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، پریشان حال مصیبت زدہ اور بیمار لوگ بڑی تعداد میں فجر کی نماز سے قبل آپ کے آستانے پر روحانی علاج کیلئے پہنچ جاتے۔ آپؒ ہر ایک بات غور سے سنتے اور کبھی عجلت سے کام نہ لیتے۔ بلکہ سب کے ساتھ نہایت عجز و انکساری سے پیش آتے۔ آپ کے آستانے سے کوئی مایوس نہ لوٹتا اور ہر ایک فیض یاب ہوکر واپس ہوتا۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی۔

آپ اپنے جدِ امجد حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعیؒ کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے ہر ماہ کی ۲۲ تاریخ کو ذکر و فکر کی محفل سجاتے تھے۔ اس میں ذکر الٰہی کے ساتھ حلقہ قرآن مجید فرقانِ الحمید کا اہتمام کیا جاتا تھا

آپؒ نے عوام الناس کی خدمت اور رفاعیہ پرچار کے لئے ایک رفاعیہ ٹرسٹ قائم کیا، جس کا مقصد عوام الناس کی بھلائی اور بہبود رہے خصوصاً مریدین، معتقدین اور عقیدت مندوں کو دین کی دعوت دینا ہے۔ اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کرنا ہے۔ اس کے

علاوہ یہ ٹرسٹ دینی و فلاحی خدمات بھی انجام دیتا ہے۔ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام ہر سال کراچی میں حضرت رفاعی رضی کے عرس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اور اس میں راتب رفاعیہ کی محفل سجائی جاتی ہیں۔ اس محفل میں دف کے ساتھ ذکر الٰہی کیا جاتا ہے، فقراء وجد میں آکر گرز شمشیر اور علوان سے اپنے جسم پر ضرب لگاتے ہیں اور آگ میں گرم کی ہوئی لوہے کی زنجیر پر اپنے ہاتھوں سے تیل ملتے ہیں جس سے زنجیر اور فقراء کے ہاتھوں سے شعلے بلند ہوتے ہیں۔ یہ عمل کرنے سے ان کو نہ کوئی تکلیف ہوتی ہے نہ چوٹ لگتی ہے، نہ خون بہتا ہے۔ اور نہ ہاتھ جلتے ہیں۔

آپ ایک بے مثال عالم دین، دانشور اور ادبی شخصیت بھی تھے حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی پر عربی اور فارسی زبانوں میں بہت سی کتب موجود ہیں لیکن برصغیر پاک و ہند کی زبان (اردو) میں کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ حضرت سید رضی الدین الرشید الرفاعی نے اس کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے اپنے علوم ظاہری و باطنی کو تحریر میں لاتے ہوئے اور اپنی تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور ایک مدلل کتاب تصنیف کی جس کا نام "شان رفاعی" رکھا یہ آپ کا بیمثل کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت رفاعی رضی پر رفاعیہ ٹرسٹ نے دو مجلے شائع کئے۔ جو بالترتیب ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں عرس کے موقع پر شائع ہوئے۔ ان دونوں مجلوں کی ترتیب اور اشاعت حضرت کی مرہون منت تھی۔

حضرت الحاج سید رضی الدین الرشید الرفاعی ایک گمنام مجاہد کی حیثیت سے خلق خدا کی خدمت میں تا حیات مصروف رہے۔

آخری ایام میں بیماری اور ضعیفی کی وجہ سے آپ نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی بھی کسی مرید یا مریض پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور سب کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی سے ملتے رہے۔ کمزوری کے باوجود ضرورت مندوں اور بیماروں کو وقت دیتے اور تعویذ تحریر کر دیا کرتے تھے۔ آپ طویل علالت کے بعد ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا مزار خانقاہ عالیہ رفاعیہ بالپوش نگر قبرستان میں موجود ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنے بڑے فرزند پیر طریقت حضرت سید وزیر علی عرفان اللہ الغالب الرشید الرفاعی مدظلہ عالی کو اپنا جانشین اور مسند رفاعیہ کا سجادہ نشین مقرر کر لیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت سید بدر الدین محبت اسرار اللہ الرفاعی مدظلہ عالی رفاعیہ ٹرسٹ کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ آپ کے دونوں صاحبزادے اپنے والد کے مشن کو نہ صرف جاری رکھا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ اپنی جوانی اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے سلسلہ رفاعیہ کو فروغ دینے کے لئے دن رات مصروف عمل ہیں آج بھی سینکڑوں مریض اور پریشان حال لوگوں کا تانتا آپ کے در پہ بندھا رہتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے اور آپ کے جد امجد کے وسیلے سے فیضیاب ہو کر سرخرو ہوتے ہیں

دعا ہے کہ اے پروردگار اپنے پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اولیاء کرام کے وسیلے سے، اور

خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دینے والے مرشدِ اعظم سید الاولیاء الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ کے طفیل ہم سب حلقہ احباب و دیگر مسلمانوں کی تمام پریشانیوں کو دور فرما اور ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور طاغوتی قوتوں کو نیست و نابود فرما اور ہمارے ملک پاکستان کے وقار کو بلند و بالا فرما۔

آمین ثم آمین۔